# عاشقِ الرسول ﷺ

# مولانا محمد عبد القدیر بدایونی

رحمہ اللہ تعالیٰ

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ
پرنسپل گورنمنٹ کالج مٹھی، تھرپارکر (سندھ)

مکتبہ قادریہ
جامعہ نظامیہ رضویہ لوہاری منڈی لاہور

نام کتاب : عاشق الرسول مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی
مؤلف : پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہٗ
کتابت : محمد عاشق حسین ہاشمی - لاہور
ناشر : مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری
طباعت : سنہ ۱۳۹۸ھ / سنہ ۱۹۷۸ء
اشاعت : اوّل
مطبع : معارف پریس لاہور
تعداد : ایک ہزار
قیمت : ۱٫۴۰

ملنے کا پتہ

# مکتبہ قادریہ

جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری گیٹ

لاہور۔ پاکستان

# انتساب

اُن مظلوم علمائے حق کے نام ــــ! تاریخ سے جن کے نام مٹائے جارہے ہیں ــــ جن کی یادوں کے چراغ بجھائے جارہے ہیں ــــ جو ملت کی آبرو تھے ــــ جو ملت کی آبرو ہیں ــــ جو ملت کی آبرو رہیں گے ــــ

سہ

نازم بچشمِ خود کہ جمالِ تو دیدہ است
رقصم بپائے خود کہ بکویت رسیدہ است،
ہر دم ہزار بوسہ زنم دستِ خویش را
کو دامنت گرفتہ بسویم کشیدہ است

احقر محمد مسعود عفی عنہ،

# اظہارِ تشکر


مندرجہ ذیل محسنین و مخلصین کا تہِ دل سے ممنون ہوں جنہوں نے تدوین و طباعت میں مدد فرمائی

| | |
|---|---|
| ۱۔ خواجہ عبدالحمید کمالی | سابق ڈائریکٹر اقبال اکادمی کراچی |
| ۲۔ پروفیسر محمد ایوب قادری | صدر شعبۂ اُردو، اُردو کالج، کراچی |
| ۳۔ ڈاکٹر معین الحق | سیکرٹری جنرل، پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، کراچی |
| ۴۔ جناب عبدالمجید محمد اقبال | ابن عاشق الرسول مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی، کراچی |
| ۵۔ چودھری عبدالعزیز | سابق سیکرٹری سنٹرل ریونیو بورڈ، حکومتِ پاکستان کراچی |
| ۶۔ حکیم نصیر الدین اجمیری | برادرزادہ علامہ معین الدین اجمیری، کراچی |
| ۷۔ جناب سید مسعود حسن شہاب | مدیر ہفت روزہ "الہام" بہاول پور |
| ۸۔ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری | استاذ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور |
| ۹۔ ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی | ریسرچ اسکالر ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی، اسلام آباد |
| ۱۰۔ جناب احمد خاں صاحب | لائبریرین ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی۔ اسلام آباد |

# فہرس


افتتاحیہ : پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ ۶
۱۔ شیخ الاسلام مولانا فضل الرسول بدایونی قدس سرہٗ ۱۱
۲۔ مجاہد اسلام مولانا فیض احمد بدایونی قدس سرہٗ ۱۴
۳۔ محب رسول مولانا محمد عبدالقادر بدایونی قدس سرہٗ ۱۶

عاشق الرسول مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی : قدس سرہٗ

۴۔ عاشق الرسول مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی ۲۰
۵۔ " " " " " اور امام احمد رضا قدس سرہٗ ۲۵
۶۔ " " " " " اور سیاست جدیدہ و قدیمہ ۲۷
۷۔ " " " " " اور غیرت اسلامی ۳۰
۸۔ " " " " " اور اتحاد اسلامی ۳۵
۹۔ " " " " " اور ڈاکٹر محمد اقبال ۳۷
۱۰۔ کتابیات ۳۹

# افتتاحیہ

قوم روشن از سوادِ سرگزشت      خودشناس آمد زیادِ سرگزشت
سرگزشتِ او چو از یادش رود      باز اندر نیستی گم می شود
ضبط کن تاریخ را پائندہ شو!
از نفس ہائے رمیدہ زندہ شو!      (اقبال)

(۱)

ایک طبقے میں یہ خیال پایا جاتا ہے کہ علماء کرام نہ کسی کام کے ہیں اور نہ انہوں نے کوئی کام کیا ——— یہ خیال علماء حق کے متعلق انگریزی حکومت کے زیرِ اثر پیدا ہوا اور پاکستان وجود میں آنے کے بعد بھی قائم رہا۔ اس خیال کو ان علماء نے تقویت پہنچائی جنہوں نے غیر محتاط طریقے سے ہنود کا ساتھ دیا اور ان کے ہاتھ مضبوط کئے، پھر انہیں علماء پر جب ڈاکٹر محمد اقبال نے تنقید فرمائی، تو اس کی تعمیم کر کے تمام علماء کو اس میں شامل کر لیا گیا ہے؛ حالانکہ خود ڈاکٹر اقبال نے علماء و صوفیاء سے جو فیض حاصل کیا، وہ محققین کے لئے ڈھکی چھپی بات نہیں، بلکہ "فکرِ اقبال پر علماء و صوفیاء کے اثرات" کے عنوان سے ایک ضخیم مقالہ قلمبند کیا جا سکتا ہے۔

علماء حق اور صوفیا نے حصولِ اقتدار کی طرف کبھی توجہ نہیں دی۔ ان کا مطمحِ نظر اسلام ہی رہا۔ انہوں نے جو کچھ کیا اسلام کے اقتدارِ اعلیٰ کے لئے کیا اور یہ بڑی ہمت کی بات ہے

کہ انسان قادر ہوتے ہوئے اپنے لئے کچھ نہ کرے اور اعلیٰ نظریہ کی خاطر اپنا سب کچھ لٹا
ے۔ بلاشبہ دنیوی اقتدار کی ہوس ان کی ہمت بلند سے بہت پست تھی، وہ جسموں پر نہیں،
ں پر حکومت کرنا جانتے تھے ـــــ انہوں نے حاکموں کی رہنمائی کی اور بادشاہوں کو
راطِ مستقیم پر چلایا ـــــ خود پاک و ہند کی تاریخ اس حقیقت پر گواہ ہے۔ دورِ جہانگیری
ں اسلامی انقلاب حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) اور حضرت
خ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ (م ۱۰۵۲ھ/۱۶۴۲ء) کے طفیل آیا۔ دورِ عالمگیری
ں اسلامی انقلاب، حضرت خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمہ (م ۱۰۷۹ھ/۱۶۶۸ء) اور حضرت
اجہ سیف الدین علیہ الرحمہ (م ۱۰۹۶ھ/۱۶۸۴ء) کے زیر اثر آیا۔ علماء و صوفیا نے تاریخ
سلام کے اس حصے کو بنایا ہے جو دیکھنے دکھانے کے لائق ہوں، مگر افسوس دنیا کے مؤرخوں
ے بالعموم اور ہمارے مؤرخوں نے بالخصوص سلاطین و خلفاء کی تاریخ لکھتے ہوئے علماء و
وفیاء کی عظیم قوت کو صحیح طور پر محسوس نہیں کیا۔

"تاریخ یہ بتاتی ہے کہ علماء حق اور صوفیا نے محض رضاء الٰہی کے لیے وہ کام کیے
ہ ایک عام انسان کے بس کے نہ تھے، جہاں تک ان کی اہلیت کا تعلق ہے۔ دنیا کے
ربراہانِ مملکت اور صاحب اختیار و اقتدار شخصیتوں پر نظر ڈالیے ـــــ ان میں بہت
سے شرابی نکلیں گے، بہت سے زانی، بہت سے بدکار، بہت سے بدعہد و بے وفا
ت سے خائن، بہت سے عیاش و سفاک، بہت سے جابر و ظالم، بہت سے وطن
لے غدار، بہت سے خدا کے باغی ـــــ کیا یہ سب حکومت کے لائق ہیں ـــــ؟
ور لائق نہیں تو وہی جو نہ شرابی ہے، نہ زانی ہے، نہ بدکار ہے، نہ بدعہد و بے وفا
ہے، نہ خائن ہے، نہ عیاش و سفاک، بلکہ فقر و فاقے میں بسر کرنا جانتا ہے۔ رحیم و کریم ہے
ومنانہ بصیرت سے سرفراز اور اپنے خدا کا اطاعت شعار بندہ ـــ یہ بات سمجھ میں
نے والی نہیں کہ ایسا شخص کسی لائق نہ ہو ـــــ اور اس لئے بھی سمجھ میں آنے والی

نہیں، یہ گدڑی پوش دنیا پر ایسی حکومت کر چکا ہے جو رہتی دنیا تک یاد رہے گی ــــــ عشق و مستی کی حکومت، دلداری و جاں نوازی کی حکومت ؎

یہ جبر و قہر نہیں ہے، یہ عشق و مستی ہے
کہ جبر و قہر سے ممکن نہیں جہانبانی!

(۲)

برصغیر پاک و ہند میں جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں علماء اہل سنت و جماعت نے انگریز غاصبوں سے ٹکر لی، اسی لیے سقوطِ دہلی کے بعد ان کا شیرازہ منتشر ہو گیا، ورنہ اسلامی دورِ حکومت میں ان کی عظمت کا یہ حال تھا کہ خود شاہِ وقت ان سے استفتاء لیا کرتا تھا، لیکن اب یہ مذموم کوشش کی جا رہی ہے کہ ان علمائے حق کے کردار کو پوشیدہ کر دیا جائے جنہوں نے جنگِ آزادی میں بھرپور حصہ لیا اور خاموش نہ رہے؛ چنانچہ بعض حضرات نے تحریک آزادیٔ ہند سے متعلق کتابوں میں علماء اہل سنت کو یکسر نظر انداز کر دیا ہے اور ذکر تک نہ کیا، مثلاً منشی عبدالرحمٰن نے معمارانِ پاکستان (لاہور ۱۹۷۶ء) کے نام سے کتاب لکھی ہے۔ اس میں تحریکِ آزادیٔ ہند کے سلسلے میں علماء اہل سنت و جماعت کی کوششوں کا مطلق ذکر نہیں کیا گیا ــــــ اسی طرح صفدر سلیمی نے پاکستان کا معمار اول (لاہور) نامی کتاب لکھی ہے جس میں سارا زور سر سید احمد خاں پر صرف کیا گیا ہے۔ ثروت صولت نے تاریخِ پاکستان کے بڑے لوگ (لاہور ۱۹۷۲ء) کے عنوان سے کتاب لکھی، مگر اس میں بھی علماء اہل سنت و جماعت کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا ــــــ ڈاکٹر احسان حقی کی کتاب پاکستان ماضیہا و حاضرہا (بیروت ۱۹۷۴ء) میں بھی علماء اہل سنت و جماعت کا کوئی ذکر فکر نہیں۔

الغرض تاریخ آزادیٔ ہند سے متعلق کتابیں علماء حق کے احوال سے خالی ہیں۔ اس کی ایک وجہ تو ہمارے مورخین کی خاص عقیدے اور مسلک سے دلچسپی ہے۔ دوسری وجہ مواد کی عدم فراہمی

اور تیسری وجہ خود علمائے اہل سنت و جماعت کا جمود و سکوت ہے ——— بہرکیف ضرورت ہے کہ پاکستان کی تاریخ کو اس کے صحیح پس منظر میں پیش کیا جائے اور جو فرو گذاشتیں ہوگئی ہیں، ان کا جلد از جلد ازالہ کیا جائے۔ یہ ذمہ داری ہر پاکستانی مؤرخ کی ہے۔ اگر وہ کسی وجہ سے اس کو ادا نہیں کرتا یا نہیں کرنا چاہتا، تو پھر ساری ذمہ داری حضرات اہل سنت و جماعت کی ہے۔ جن جوانوں کو اللہ تعالیٰ نے علم و فضل اور ذوقِ تحقیق سے نوازا ہے، ان کو ہمت کر کے آگے آنا چاہیے اور تاریخ سازی کے اس اہم کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانا چاہیئے ؎

سفر ہے شرط، مسافر نواز بہتیرے

پیشِ نظر مقالے میں تاریخ کی ایک انجانی شخصیت حضرت مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی علیہ الرحمہ کے حالاتِ زندگی اور سیاسی و دینی خدمات کا تحقیقی جائزہ پیش کیا جارہا ہے۔ مولانائے مرحوم نے غیر منقسم ہندوستان میں احیاءِ اسلام کے لیے کوشش کی اور جس نے احیائے اسلام کی کوشش کی، اس نے درحقیقت پاکستان کیلئے راہ ہموار کی۔ ۱۹۲۰ء میں پاکستان کے نام سے مسلمانانِ ہند واقف نہ تھے، لیکن بعض دردمند دل یہ محسوس کرتے تھے کہ کفار و مشرکینِ ہند کی چیرہ دستیاں فکرِ مسلم کو مجبور کر رہی ہیں کہ وہ کھل کر تقسیمِ ہند کا مطالبہ پیش کر دے؛ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور یہ فرض بھی ادا کیا گیا، بعد میں ۱۹۳۰ء میں ڈاکٹر اقبال نے الٰہ آباد کے سیاسی پلیٹ فارم سے یہ مطالبہ پیش کیا۔ علمائے حق میں سب سے پہلے جس کی تائید حضرت مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ نے فرمائی، لیکن اس مطالبۂ تقسیمِ ہند کی تکمیل اسی صورت میں ممکن تھی، جب مسلمانانِ ہند میں اسلامی فکر کو باندازِ مومنانہ بیدار کیا جاتا۔ یہ فرض بھی علمائے اہل سنت و جماعت اور ڈاکٹر اقبال نے باحسن وجوہ انجام دیا۔ انہوں نے فکرِ مسلم کی اس انداز سے تربیت فرمائی کہ وہ کفار و مشرکینِ ہند کے ساتھ موالات و مواخات کے لیے کسی طرح تیار نہ ہو۔ ایسے ماحول میں یہ کام آسان نہ تھا، جبکہ بعض علماء کی تربیت کا انداز سراسر منفی تھا۔ بہرکیف یہ کام انجام پذیر ہوا۔ اس سلسلے میں امام احمد رضا خاں بریلوی، ان کے صاحبزادگان

خلفاء، تلامذہ اور متبعین نے جو کردار ادا کیا ناقابلِ فراموش ہے، مؤرخین نے اس طرف توجہ نہیں دی۔ انشاء اللہ العزیز مستقبل قریب میں ایسی تصانیف سامنے آئیں گی جن سے یہ خدمات اجاگر ہوں گی اور حق پسند طبیعتیں مستفید ہوں گی اور روشنی محسوس کریں گی۔

علماء حق کی کوششوں سے برِّ صغیر پاک و ہند میں فکرِ اسلامی کی جو زمین ہموار ہوئی تھی۔ اس زمین پر قائدِ اعظم محمد علی جناح نے مملکتِ پاکستان کا بیج بویا اور پھر اس کو پروان چڑھا کر دنیا کو حیرت زدہ کر دیا۔ بلاشبہ تجویزِ پاکستان اور تعمیرِ پاکستان میں قائدِ اعظم محمد علی جناح، ڈاکٹر محمد اقبال اور دوسرے زعماء کے علاوہ علماء اہلِ سنّت و جماعت نے نہایت ہی اہم کردار ادا کیا ہے۔

احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ

مٹھی (ضلع تھرپارکر، سندھ، پاکستان)
۳۰ اکتوبر ۱۹۷۷ء

# عاشق الرّسولؐ
# مولانا محمد عبدالقدیر قادری بدایونی

**عاشقِ الرّسول** حضرت مولانا محمد عبدالقدیر قادری بدایونی عالی خاندان کے چشم و چراغ تھے ـــــ ایک طرف علّامہ فضل حق خیرآبادی ان کے والد ماجد علیہ الرحمہ کی تعریف میں رطب اللسان نظر آتے ہیں، تو دوسری طرف مولوی رشید احمد گنگوہی کے استاذ مفتی صدر الدین آزردہ ـــــ ان کے عم محترم سیف و قلم کی آبرو ـــــ شعرگوئی پر آئے، تو شاعرانِ عرب کو حیرت زدہ کر دیا اور نبرد آزمائی پر آئے، تو بہادروں کی صفیں الٹ دیں ـــــ ان کے والد ماجد علیہ الرحمہ کی یہ شان کہ عبقری ہند امام احمد رضا علیہ الرحمہ ان کے حضور خراجِ عقیدت پیش کر رہے ہیں۔

آیئے ان بزرگوں کی پاک سیرتوں پر طائرانہ نظر ڈالیں اور پھر مجاہد جنگ آزادی حضرت مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی علیہ الرحمہ کے حالات و افکار کا تفصیلی جائزہ لیں۔

## شیخ الاسلام مولانا فضل الرسول بدایونی

شیخ الاسلام حضرت شاہ فضل الرسول قادری بدایونی علیہ الرحمہ، حضرت مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی علیہ الرحمہ کے جدِّ امجد تھے۔ ماہ صفر المظفر ۱۲۱۳ھ / ۱۷۹۸ء میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ علوم معقول و منقول ملک العلماء بحر العلوم ملّا عبد العلی کے تلمیذ رشید مولانا نورالحق فرنگی محلی علیہ الرحمہ (م ۱۲۸۳ھ / ۱۸۶۶ء) سے حاصل کیے۔ علم طب حکیم ببر علی خاں موہانی سے پڑھا، علم حدیث و تفسیر شیخ المکہ عبداللہ سراج اور

شیخ المدینہ شیخ محمد عابد سندھی مدنی علیہما الرحمہ سے حاصل کیا۔[1] سلسلہ عالیہ قادریہ اور چشتیہ میں اپنے والد ماجد حضرت شاہ عبد المجید علیہ الرحمہ (م ۱۲۶۳ھ / ۱۸۴۶ء) سے اجازت و خلافت حاصل تھی۔ آپ ہی سے بیعت ہوئے اور علم و تصوف کے اسرار و معارف سے واقف رہے ۲ر جمادی الثانیہ ۱۲۸۹ھ / ۱۸۷۲ء کو آپ کا وصال ہوا۔ آپ کے تلامذہ میں یہ حضرات قابل ذکر ہیں:

مفتی اسد اللہ الہ آبادی، مفتی عنایت رسول چڑیا کوٹی، مولوی خرم علی، شاہ احمد سعید مجددی، مولوی کرامت علی جونپوری وغیرہ وغیرہ

آپ کی تصانیف میں یہ قابل ذکر ہیں:

بوارق محمدیہ، تصحیح المسائل[2]، المعتقد المنتقد، سیف الجبار، فوز المومنین، تلخیص الحق، احقاق الحق، شرح فصوص الحکم، رسالہ طریقت، حاشیہ میر زاہد، حاشیہ ملا جلال، طب الغریب[3] وغیرہ وغیرہ۔

---

[1] حضرت شاہ فضل الرسول قادری بدایونی علیہ الرحمہ کے علمی تبحر کا یہ عالم تھا کہ خود شاہِ وقت آپ سے استفتاء لیا کرتے تھے؛ چنانچہ محمد یعقوب بدایونی نے اکمل التاریخ حصہ دوم (۱۳۳۳ھ / ۱۹۱۴ء مطبوعہ بدایوں ص ۱۵۲ تا ۱۶۹) میں ابو ظفر بہادر شاہ بادشاہ غازی کا وہ استفتاء نقل کیا ہے جو حضرت شاہ فضل الرسول بدایونی سے لیا گیا تھا اور ۱۲۶۸ھ / ۱۸۵۱ء میں دہلی سے شائع ہوا۔

[2] تھامس ولیم بیل نے اپنی کتاب اورینٹل بائیو گرافیکل ڈکشنری (مطبوعہ لاہور ۱۹۶۵ء ص ۱۲۴) میں بوارق محمدیہ اور تصحیح المسائل کا ذکر کیا ہے۔ جس زمانے میں یہ کتاب لکھی گئی شیخ الاسلام حیات تھے بسوؤ

[3] (ا) رحمان علی: تذکرہ علمائے ہند، مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۱۴ء، ص ۱۶۳ - ۱۶۴

(ب) محمد ایوب قادری: ترجمہ اردو تذکرہ علمائے ہند، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۱ء ص ۳۸۰ - ۳۸۱

(ج) محمود احمد قادری: تذکرہ علمائے اہل سنت، مطبوعہ کانپور ۱۹۷۱ء، ص ۲۰ - ۲۱

ابوالکلام آزاد کے استاذ الاستاذ حضرت مولانا فضل حق خیرآبادی علیہ الرحمہ (م ۱۲۷۸ھ/ ۱۸۶۱ء)، شیخ الاسلام حضرت شاہ فضل الرسول قادری بدایونی علیہ الرحمہ کی تعریف میں اس طرح رطب اللسان ہیں:

مولانا الاودع الاروع الاورع البارع المتبرع الفارع المتفرع الضارع المتضرع ذوالمناقب الثواقب الجليلة والانظار الثواقب الدقيقة الجامع بين العلوم العقلية والنقلية ومعارف الشريعة والحقيقة طلاع الثنايا والنجاد ذائع الصيب فى انجاد الحق و قل قرن طلع من النجد فى الاغوار والانجاد العريف والعريف الشريف والغطريف الصفى الحفى الحصى الحفى المولوى فضل الرسول القادرى الحنفى متع الله المؤمنين بطول بقائه وصانه فى حرزه ووقائه و جعل خير ايامه يوم لقائه[2]

[1] ابوالکلام آزاد نے اپنے والد ماجد مولانا خیرالدین علیہ الرحمہ سے پڑھا اور انہوں نے علامہ فضل حق خیرآبادی علیہ الرحمہ سے — آزاد نے خود لکھا ہے:

والد مرحوم نے معقولات کی تکمیل مولانا مرحوم (فضل حق خیرآبادی) کی خدمت میں کی تھی، اس لیے ان کی مصنفات اور حالات سے خاص علاقہ رکھتے تھے (عبدالشاہد خاں شروانی، باغی ہندوستان، لاہور ۱۹۷۴ء، ص ۵۸)

لیکن ابوالکلام آزاد اپنے والد ماجد کے مسلک پر نہ چل سکے اور انہوں نے اپنی فکری اور سیاسی راہیں علیحدہ متعین کیں۔

[2] فضل حق خیرآبادی، تقریظ المعتقد المنتقد مصنفہ شاہ فضل الرسول بدایونی، مطبوعہ استنبول، ۱۹۷۵ء، ص ۳۳۔

نوٹ: یہ کتاب ۱۲۷۰ھ/ ۱۸۵۳ء میں لکھی گئی، امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے ۱۳۲۰ھ/ ۱۹۰۲ء میں اس پر تعلیقات و حواشی لکھے جو المستند المعتمد بناء نجاۃ الابد کے نام سے مشہور ہوئے۔ مسعود

دارالسلطنت دہلی کے صدرالصدور علامہ مفتی صدرالدین علیہ الرحمہ[1] م ۱۲۸۵ھ / ۱۸۶۸ء

اس طرح خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں:

الحبر المدقق النحریر المحقق، الفاضل الکامل العالم الفائق، البحر الخضم، الالمعی اللوذعی الاحوذی الاصمعی، مولانا المولوی فضل الرسول البدایونی القرشی القادری[2]

## مجاہد اسلام مولانا فیض احمد بدایونی

علامہ فیض احمد بدایونی علیہ الرحمہ، مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی علیہ الرحمہ کے عمِ محترم تھے۔ آپ ۱۲۲۳ھ / ۱۸۰۸ء میں بدایوں میں پیدا ہوئے اور اپنے ماموں شاہ فضل الرسول بدایونی علیہ الرحمہ کے زیرِ عاطفت تربیت پائی۔ موصوف ہی سے علوم مروجہ کی تحصیل کی[3] اور صاحبِ تصنیف ہوئے۔ باکمال شاعر تھے اور رسوا تخلص فرماتے تھے۔ ان کے اردو اشعار خمخانۂ جاوید (از سری رام، ایم۔ اے دہلوی) میں ملتے ہیں۔

محبِ رسول حضرت مولانا عبدالقادر بدایونی علیہ الرحمہ نے اپنی تالیف تحفۂ فیض (ص ۸۲) میں آپ کے کمالِ شاعری کی بہت تعریف کی ہے۔ آپ کے قصائدِ عربیہ کی تعریف تو مشاہیر بغداد نے بھی کی ہے۔ بلاشبہ وہ عربی کے صاحبِ طرز شاعر تھے۔ حضرت غوث الاعظم

---

[1] مفتی صاحب، مولوی محمد قاسم نانوتوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی کے استاذ تھے۔ مسعود

[2] ایضاً، ص ۲

[3] ان کی تصانیف میں حاشیہ صدرا، حواشی فصوص فارابی، تعلیم الجاہل وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔ اس کے علاوہ فارسی، اردو اور عربی میں تین دواوین بھی ہیں۔ مسعود

محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ، کی شان میں ایک طویل قصیدہ لکھا ہے جس کے اشعار آبدار اہل عرب کو بھی متاثر کیے بغیر نہ رہ سکے۔ یہاں چند اشعار پیش کیے جاتے ہیں!

ملك الورى بكماله وهب الهدى لوجاله
سمح العلى لعياله قطر الندى بنواله

بضيائه ببهائه لغنائه ببقائه
بولائه بوفائه قسما بكل خصاله

برع العوالم كلها ملك المكارم جلّها
جمع المحاسن جمعها بجماله وجلاله

متعبد لالهه ومقرب ومكرم
وسرور روح محمد وقريوا عين اله

خرق الحجاب فلا هنالك حاجبٌ ممانع
شرب الكؤس على الكؤس مسرة بوصاله

وله الدهر مطيعة لحكمة لا يسرة
واليه مرجع كلها بكماله بجماله

بلغ الاقاصى والادانى رشح بحر فيوضه
اسف على اسف على متكبر وضلاله

واتاك عدة سائل ودعاك زمرة سائل
فعلمت مضمر حاله وحبوت قبل سواله[1]

---

[1] (ا) محمد ایوب قادری: جنگ آزادی ۱۸۵۷ء (واقعات و شخصیات) مطبوعہ کراچی ۱۹۷۶ء، ص ۵۵۶-۵۵۸
(ب) محمد ایوب قادری: جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کا ایک مجاہد مولانا فیض احمد بدایونی۔ مطبوعہ کراچی ۱۹۵۷ء، ص ۳۷-۳۸

مولانا فیض احمد بدایونی ایک طرف میدانِ ادب کے شہسوار تھے، تو دوسری طرف میدانِ کارزار کے سپہ سالار ــــــ انقلاب ۱۸۵۷ء میں آگرہ میں انہوں نے باغیوں کی کمان کی ــــــ پھر جنرل بخت خاں کی قیادت میں محاذِ دہلی پر جہادِ آزادی میں دادِ شجاعت دی، سقوطِ دہلی کے بعد لکھنؤ چلے آئے اور یہاں مولوی احمد اللہ شاہ کے زیرِ کمان شریکِ معرکہ رہے۔ سقوطِ لکھنؤ کے بعد گکرالہ (بدایوں) کے معرکے میں نبرد آزما ہوئے۔ اس کے بعد بریلی پہنچے اور وہاں سے شاہ احمد اللہ شاہ کے ساتھ شاہ جہاں پور چلے گئے اور کئی معرکوں میں شریک رہے۔ مولوی احمد اللہ شاہ کی شہادت کے بعد مجاہدین کا شیرازہ منتشر ہوگیا، نہ معلوم مولانا فیض احمد بدایونی میدان کارزار میں شہید ہوئے یا عالمِ غربت میں اپنے مولیٰ سے جا ملے۔

## محبِ رسول مولانا محمد عبدالقادر بدایونی

محبِ رسول حضرت مولانا عبدالقادر قادری[لہ] بدایونی علیہ الرحمہ مولانا محمد عبدالمقتدر بدایونی علیہ الرحمہ کے والد ماجد تھے۔ ۱۷ رجب المرجب ۱۲۵۳ھ / ۱۸۳۷ء میں آپ ولادت باسعادت ہوئی۔ مولانا نور احمد بدایونی اور مولانا فضل حق خیرآبادی علیہما الرحمہ سے علوم معقول و منقول کی تحصیل فرمائی۔ علامہ عبدالحق خیرآبادی بھی آپ کے تبحر علمی کے معترف تھے۔ اپنے والد ماجد حضرت شاہ فضل الرسول بدایونی علیہ الرحمہ سے بیعت ہوئے اور انہیں سے خلافت و اجازت حاصل کی۔ شیخ الفقہا والمحدثین مولانا شیخ جمال عمر مکی علیہ الرحمہ سے حدیث پڑھی۔

---

لہ نظامی بدایونی نے اپنی تالیف قاموس المشاہیر (جلد دوم، بدایوں ۱۹۲۶ء، ص ۶۶) میں آپ کے مختصر حالات لکھے ہیں اور آپ کے فرزند اکبر مولانا عبدالمقتدر بدایونی کے بارے میں لکھا ہے:

"نہایت ہی نیک نفس تھے"

آپ کے پوتے حضرت مولانا عبدالحمید محمد سالم القادری مدظلہ العالی نے لکھا ہے کہ علمائے اہل السنت آپ کی بے حد قدر و منزلت کرتے تھے۔ یہاں ان کی تحریر سے خاص خاص نکات پیش کئے جاتے ہیں:

۱۔ جب مجلس علمائے اہل سنت قائم ہوئی (قبل ۱۸۹۸ء) تو حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ نے آپ کا نام پیش کیا، مگر آپ نے منظور نہ کیا اور آپ کی بجائے خواجہ عبدالصمد مودودی سہسوانی کو نامزد کیا گیا جو بالاتفاق رائے منظور ہوا۔

۲۔ ماہنامہ تحفہ حنفیہ (پٹنہ) کی مجلدات سے معلوم ہوتا ہے کہ اکابر اہل سنت و جماعت آپ سے محبت کو سنیت کی علامت سمجھتے تھے۔

۳۔ ابوالکلام آزاد نے تذکرہ میں لکھا ہے کہ ان کے والد مولانا خیرالدین آپ ہی کو مستند مانتے تھے۔

۴۔ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی نے چراغ انس کے نام سے اور مولانا حسن رضا خاں بریلوی (شاگرد داغ دہلوی) نے صمصام حسن کے نام سے آپ کی مدح میں قصیدہ اور مثنوی لکھی ہیں۔

مولانا سالم القادری نے امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے جس قصیدہ چراغ انس کا ذکر فرمایا ہے۔ آپ کے دیوان حدائق بخشش (حصہ سوم) میں موجود ہے۔ یہ قصیدہ ۱۳۱۵ھ / ۱۸۹۷ء

---

لہ خانقاہ قادریہ، بدایوں کے سجادہ نشین مولانا سالم القادری مدظلہ نے مصر کے محقق علامہ کمال احمد عون کا ایک مختصر رسالہ اولیاء اللہ بین المو الین و الجانبین کا اردو ترجمہ بعنوان محبت، برکت اور زیارت کیا ہے جو ادارۂ مظہر حق، بدایوں کی طرف سے شائع ہوا ہے۔ اس کے پیش لفظ میں اپنے جد امجد محب رسول حضرت شاہ عبدالقادر بدایونی علیہ الرحمہ کے حالات پر روشنی ڈالی ہے۔

مسعود

میں تحریر فرمایا، اس کے تقریباً ۱۰۵ اشعار ہیں۔ مطلع ہے

اے امام الہدیٰ محبِ رسول
دین کے مقتدا محبِ رسول

اور مقطع ہے

خلد میں زیرِ ظلِ غوث کریم
رہیں یک جا رضاؔ محبِ رسول

اس قصیدۂ مدحیہ سے یہاں چند منتخب اشعار نقل کیے جاتے ہیں:

نائبِ مصطفیٰ محبِ رسول — صاحبِ اصطفا محبِ رسول
غربا پر فدا محبِ رسول — امرا سے جدا محبِ رسول
مشعلِ راہِ دین وسنت ہے — تیرے رخ کی ضیا محبِ رسول
آج قائم ہے دم قدم سے ترے — دینِ حق کی بنا محبِ رسول
نہ تو مجھ سے جدا نہ میں تجھ سے — میں ترا تو مرا محبِ رسول
میں کہاں اور کہاں تعالیٰ اللہ — تری مدح وثنا محبِ رسول
تری نعمت کا شکر کیا کیجے — تجھ سے کیا کیا ملا محبِ رسول
اور تو اور شیخ تجھ سے ملا! — اس سے بڑھ کر ہے کیا محبِ رسول
آہ صد آہ میں ہوں بئس العبد — مدد اے حبذا محبِ رسول

محبِ رسول حضرت شاہ عبدالقادر بدایونی علیہ الرحمہ صاحبِ تصنیف بزرگ تھے۔ ان کی مندرجہ ذیل قابلِ ذکر ہیں:

---

۱؎ احمد رضا خاں، حدائقِ بخشش، حصہ سوم، مطبوعہ نظامی پریس، بدایوں، ص ۴۲، ۴۳، ۴۴

۱۔ احسن الکلام فی تحقیق عقائد الاسلام (عربی)
۲۔ سیف الاسلام المسلول علی المناع لعمل المولد والقیام (فارسی)
۳۔ حقیقۃ الشفاعۃ علی اہل السنۃ والجماعۃ
۴۔ شفاء السائل بتحقیق المسائل
۵۔ دیوان عربی در نعتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم
۶۔ مولانا رحمان علی نے لکھا ہے کہ تذکرہ علمائے ہند کی تدوین میں آپ نے بہت مدد کی۔ مولانائے موصوف نے اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے یہ شعر لکھا ہے ؎

اگر ہر موئے تن گردد زبانم!
ادائے شکر او کے می توانم؟[1]

۷۔ ہدایۃ الاسلام
۸۔ تاریخ بدایوں
۹۔ دیوان عربی
۱۰۔ دیوان فارسی
۱۱۔ دیوانِ اُردو
۱۲۔ دیوانِ اُردو[2]

۱۷ ارجمادی الاخری ۱۳۱۹ھ / ۱۹۰۱ء کو حضرت محب رسول شاہ عبدالقادر بدایونی کا وصال ہوا اور بدایوں میں مدفون ہوئے۔ امام احمد رضا خان بریلوی نے عربی، فارسی اور اردو میں قطعاتِ تاریخ تحریر فرمائے[3]

---

[1] رحمان علی: تذکرہ علمائے ہند، مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۱۴ء، ص ۱۲۷
[2] محمد ایوب قادری: ترجمہ اردو تذکرہ علمائے ہند، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۱ء، ص ۳۱۱-۳۱۲
[3] محمود احمد قادری: تذکرہ علمائے اہل سنت، مطبوعہ کانپور ۱۹۷۱ء، ص ۱۲۷

# عاشق الرسول مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی علیہ الرحمہ

حضرت مولانا محمد عبدالقدیر قادری بدایونی علیہ الرحمہ محب رسول حضرت مولانا عبدالقادر قادری بدایونی علیہ الرحمہ کے فرزند ارجمند تھے۔ ۱۱ شوال المکرم ۱۳۱۱ھ / ۱۸۹۳ء کو آپ کی ولادت ہوئی۔ برادر بزرگ حضرت مولانا عبدالمقتدر بدایونی علیہ الرحمہ کی زیر نگرانی تربیت پائی۔ حکیم برکات احمد ٹونکی، مولانا عبدالعزیز (تلمیذ رشید علامہ عبدالحق خیرآبادی) اور دیگر معاصر علماء کرام سے علوم عقلیہ ونقلیہ کی تحصیل فرمائی ــــــ عربی زبان پر آپ کو حیرت انگیز عبور تھا۔ مولانا مسعود عالم ندوی آپ کی اس مہارت کے معترف تھے[لہ] عربی یونیورسٹی کے لئے مفتی اعظم فلسطین سید امین الحسینی مرحوم جب ہندوستان تشریف لائے، مولانا ہی نے ترجمان کے فرائض انجام دیئے۔

حضرت مولانا عبدالمقتدر بدایونی علیہ الرحمہ سے شرف بیعت حاصل تھا اور موصوف ہی نے ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۲ء میں اجازت وخلافت ملی۔ ۱۳۳۴ھ / ۱۹۱۵ء میں ان کے انتقال کے بعد خانقاہ قادریہ، بدایوں میں آپ صاحب سجادہ ہوئے۔

آپ نے ملکی سیاست میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا؛ چنانچہ مولانا عبدالباری فرنگی محلی، مولانا سید فضل الحسن حسرت موہانی، مفتی سید مصباح الحسن وغیرہ آپ کے رفیق کار تھے، مگر آپ کے دل و دماغ پر سیاست سے زیادہ اسلام چھایا ہوا تھا، اسی لئے آپ نے خلاف

---

لہ علامہ معین الدین اجمیری علیہ الرحمہ کے بھتیجے محترم حکیم نصیر الدین صاحب نے ۱۴ جون ۱۹۶۸ء کو ایک ملاقات میں یہ بات بتائی تھی۔ مسعود

اسلام حرکات پر سخت تنبیہ فرمائی۔ آپ کا یہ مسلک تھا:

"مسلمان کسی جماعت، کسی پنڈال، کسی میدان میں ہو، مگر اس کو صرف اظہارِ حق کا پابند ہونا لازم ہے۔" [1]

ان کی دلی خواہش تھی کہ علماء کا عالی دماغ طبقہ سیاست میں حصہ لے کر اس کی آلائشوں سے دُور کر دے اور ملتِ اسلامیہ کی صحیح رہنمائی کرے؛ چنانچہ ایک جگہ علماء کی بے اعتنائی پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"آہ کہ ہندوستان کی ہر جماعت اپنے حقوق کے لئے سرگرم عمل ہے، مگر علماء کی سب سے اعلیٰ قوت آنے والے دَور سے پوری طرح باخبر نہیں اور خانہ جنگی کا شکار ہو رہی ہے۔" [2]

اس لئے انہوں نے ہندوستان کی سیاست میں بھرپور حصہ لیا اور دوسروں کے لئے مشعلِ راہ بنے، سیاسی میدان میں آپ کی خدماتِ جلیلہ کی تفصیل آگے آتی ہے۔

تقریباً ۱۹۳۵ء میں ریاست حیدر آباد دکن میں عدالتِ عالیہ کے مفتیٔ اعظم کے عہدۂ جلیلہ پر فائز رہے اور ہندوستان کی طرف سے پولیس ایکشن (۱۹۴۹ء) تک اسی عہدے پر فائز رہے ـــــ دوبار حج بیت اللہ شریف سے مستفیض ہوئے۔ مفتیٔ اعظم فلسطین سید امین الحسینی علیہ الرحمۃ کے اصرار پر آپ نے مسجدِ اقصیٰ میں امامت کے فرائض انجام دیئے اور دربار حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ میں بھی امامت و خطابت کے فرائض انجام دیتے ـــــ بغداد میں جنرل فوزی الزعیم سلسلۂ عالیہ قادریہ میں آپ سے بیعت ہوئے۔

---

[1] محمد عبد القدیر بدایونی: خطبہ صدارت مجلس استقبالیہ اجلاس مرکزی جمعیۃ علماء ہند، منعقدہ بدایوں ۱۹۲۵ء، ص ۶،۷

[2] ایضاً، ص ۱۶

بے شمار فتاویٰ آپ سے یادگار ہیں جو ہنوز مرتب نہ ہو سکے۔ اس کے علاوہ سیاسی موضوعات پر آپ کے صدارتی خطبات خاص اہمیت رکھتے ہیں۔

۲ شوال المکرم ۱۳۷۹ھ/۱۹۶۰ء کو بدایوں میں آپ کا وصال ہوا اور درگاہ قادریہ میں مدفون ہوئے۔ پروفیسر مولانا ضیاء الدین بدایونی (صدر شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) نے آپ کی وفات پر قطعہ تاریخ لکھا ہے جس کا مادۂ تاریخ یہ ہے ع

انتقالِ عالمِ نیکو صفت،

۱۳۷۹ھ

آپ کے تین صاحبزادگان ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ پروفیسر عبد الہادی محمد میاں (حیدر آباد دکن)

۲۔ جناب عبد المجید محمد اقبال (کراچی)

۳۔ مولانا عبد الحمید محمد سالم (بدایوں)

عراق کے شاہی خاندان کا ایک گروپ فوٹو (۱۹۴۲ء) راقم کی نظر سے گزرا۔[1] اس میں بیٹھے ہوئے صفِ اول میں مولانا محمد عبد القدیر بدایونی، شاہ عراق فیصل شہید، امیر طلال ہیں اور ان کے پیچھے شاہی خاندان کے دو تین جوان کھڑے ہیں ـــــ اس عکس سے مولانا کی ہمہ گیر مقبولیت و عظمت کے ساتھ ساتھ یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ایک بااثر اور بارعب شخصیت کے مالک تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

مولانا کے وصال پر بدایوں کے مشہور ہفت روزہ ذوالقرنین (۷ راپریل ۱۹۶۰ء) نے

---

[1] ۱۵ جون ۱۹۷۷ء کو کراچی میں مولانا محمد عبد القدیر بدایونی کے صاحبزادے جناب محترم عبد المجید محمد اقبال زید مجدہٗ سے ان کے دولت کدے پر ملاقات ہوئی۔ موصوف کی عنایت سے یہ فوٹو اور دیگر نوادرات دیکھنے کا موقع ملا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔ آمین! مسعود

نے خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے پورے ایک صفحہ پر سیاہ حاشیہ دے کر تعزیتی پیغام بعنوان ۔

ایک چراغ تھا نہ رہا !

شائع کیا ہے، اس کے علاوہ ۱۳ اپریل ۱۹۶۰ء کو مدرسہ قادریہ بدایوں میں مولانا ئے مرحوم کی فاتحہ سوم اور چھوٹے صاحبزادے حضرت مولانا عبدالحمید محمد سالم القادری کی دستار بندی اور سجادہ نشین وغیرہ کا آنکھوں دیکھا حال اس پیغام کے حواشی پر شائع کیا ہے۔ یہاں اس پیغام کے چند اقتباسات نقل کئے جاتے ہیں ۔

## ایک چراغ تھا نہ رہا

حضرت مولانا حاجی شاہ عاشق الرسول محمد عبدالقدیر قادری بدایونی رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین درگاہ قادریہ بدایوں کا ۳۱ مارچ ۱۹۶۰ء بروز پنجشنبہ بعد دوپہر وصال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔
اس خبر سے تمام شہر میں کہرام مچ گیا اور ہزاروں اشخاص خبر ملتے ہی مدرسہ قادریہ پہنچ گئے ۔ آپ ۱۱ شوال المکرم کو پیدا ہوئے تھے ۔ اس طرح آپ کی عمر ۶۸ سال کی ہوئی ۔ آپ برادرِ معظم حضرت مولانا عبدالمقتدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد ۲۵ محرم الحرام ۱۳۳۴ھ سے مسندِ خلافت پر رونق افروز تھے ۔ آپ کے مریدین کا حلقہ ہند اور پاک میں بہت وسیع تھا ۔ اس کے علاوہ بیرونی ممالک میں بھی آپ کے کافی مرید موجود ہیں ۔ آپ کے علم وفضل کو دیکھتے ہوئے حضور نظام والیٔ دکن کی نظر آپ پر پڑی اور "مفتیٔ اعظم" کے عہدہ جلیلہ پر مقرر ہوئے جہاں آپ تقریباً ۱۵ سال رہے اور ۱۹۵۰ء میں بدایوں

واپس تشریف لے آئے۔ پچھلے سال آپ نے اپنے چھوٹے صاحبزادے مولانا حافظ عبدالحمید محمد سالم میاں قادری کو اپنا جانشین بنایا اور خلافت بھی دے دی۔ چنانچہ کئی سال سے اعراس درگاہ قادریہ کا انتظام آپ ہی کے سپرد تھا ــــــ

ــــــ جنازے کی نماز آپ کے صاحبزادے حافظ محمد عبدالحمید سالم میاں قادری نے پڑھائی، نمازِ جنازہ میں اندازاً ۲۵۔ ۳۰ ہزار آدمیوں نے شرکت کی ــــــ بعد نماز جلوس کچے راستے سے درگاہ قادریہ میں پہنچایا گیا، جہاں آپ کو اپنے بزرگوں کے مزار کے برابر درگاہ کے اندرونی حصہ میں جگہ دی گئی [1]

مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی علیہ الرحمہ کی وفات پر پاکستان اور ہندوستان میں تعزیتی مضامین اور قطعاتِ تاریخ شائع ہوتے۔ جناب افتخار حسین صدیقی نے نذرانۂ عقیدت کے عنوان سے ۱۹۶۰ء میں کراچی سے ایک مجموعۂ مناقب و قطعات شائع کیا تھا جس میں تقریباً ۲۵ قطعات اور منقبتیں ہیں۔ تقسیم ہند اور مسلمانوں کے ملی تشخص کو برقرار رکھنے کے لئے مولانائے مرحوم نے جو کچھ کیا اس کا یہ تقاضا ہے کہ ہم زیادہ سے زیادہ ان کے حضور ہدیۂ عقیدت و محبت پیش کریں۔

---

[1] اخبار ذوالقرنین (بدایوں) شمارہ ۷ راپریل ۱۹۶۰ء، ص ■

# حضرت مولانا محمد عبدالقدیر قادری بدایونی

## ● —— اور امام احمد رضا خان بریلوی

عرض کیا جا چکا ہے کہ امام احمد رضا خان بریلوی نے مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی کے والد ماجد محب رسول مولانا عبدالقادر بدایونی علیہ الرحمہ کی شان میں قصیدہ چراغ انس تحریر فرمایا تھا۔ اس قصیدے کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عالی قدر خاندان سے ان کا گہرا تعلق تھا، نہ صرف ان کا بلکہ ان کے صاحبزادگان کا بھی وہی تعلق ہے۔[1]

اس میں شک نہیں مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی اپنے سیاسی افکار میں امام احمد رضا سے بیحد متاثر نظر آتے ہیں، اس تاثر کا واضح ثبوت وہ ہدایات ہیں جو انہوں نے ۱۹۳۵ء میں بدایوں میں مرکزی جمعیۃ علماء ہند کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے فرمائیں —— یہی ہدایات امام احمد رضا برسوں پہلے ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۲ء میں مسلمانانِ ہند کے لئے ارشاد فرمائی

---

[1] محترم جناب عبدالمجید محمد اقبال زید مجدہٗ کی عنایت سے راقم کو مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی کے نام مفتی اعظم مولانا محمد مصطفےٰ رضا خاں مدظلہ العالی (ابن امام احمد رضا علیہ الرحمہ) کے مکتوب گرامی (محررہ ۱۸ / رمضان المبارک ۱۳۷۵ھ / ۱۹۵۵ء) کی زیارت کا موقع ملا۔ یہ مکتوب گرامی ان القاب سے شروع ہوتا ہے:

حضرت رفیع الدرجۃ مولانا المکرم المحترم ذی المجد والکرم عاشق الرسول زیدت معالیہ"
پھر نفس مضمون بھی سراسر عقیدت و محبت کا آئینہ دار ہے۔ مسعود

بھی ہیں[1]۔ خطبۂ صدارت میں مولانا محمد عبد القدیر بدایونی فرماتے ہیں:

میں جہاں تک صداقت و دیانت کے ساتھ خیال کرتا ہوں ہر مسلمان کو اپنے مسلمان بھائی سے لین دین کرنے اور اپنا پیسہ حتی الامکان مسلمانوں کے پاس پہنچانے میں اپنا فرض ادا کرنا ہے اور دنیا کتنی صرف ملکی جذبات کی ترجمان ہو، مگر مذہبی احساس کسی قوت وافر سے نہ مٹا ہے نہ مٹے گا اور نہ مسلمانوں کی اقتصادی حالت جس پر تمام ترقیوں کا دارومدار ہے، بغیر اس احیاس فرض، درست ہو سکتی ہے[2]

اب امام احمد رضا کی تاریخی ہدایات میں سے دوسری ہدایت ملاحظہ فرمائیں:

اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدتے کہ گھر کا نفع گھر ہی میں رہتا، اپنی حرفت و تجارت کو ترقی دیتے کہ کسی چیز میں کسی دوسری قوم کے محتاج نہ رہتے۔ یہ نہ ہوتا کہ یورپ و امریکہ والے چھٹانک بھر تانبا کچھ صناعی کی گڑھت کر کے گھڑی وغیرہ نام رکھ کر، آپ کو دے جائیں اور اس کے بدلے پاؤ بھر چاندی آپ سے لے جائیں[3]۔

اس ہدایت کی صحیح قدر و قیمت کا اندازہ ایک ماہرِ معاشیات ہی کر سکتا ہے، اس

---

[1] امام احمد رضا کی معاشی اہمیت کی ان ہدایات پر پروفیسر محمد رفیع اللہ صدیقی نے ایک تحقیقی مقالہ لکھا ہے جو مرکزی مجلس رضا لاہور کی طرف سے شائع ہو گیا ہے۔ مسعود

[2] یہ جملہ نہایت ہی بصیرت افروز ہے۔ اس کی تائید و حمایت میں عالمی تاریخ سے حقائق و شواہد جمع کئے جائیں، تو ایک مبسوط کتاب مرتب ہو سکتی ہے۔ مسعود

[3] امام احمد رضا: تدبیر فلاح و نجات و اصلاح (۱۳۳۱ھ/۱۹۱۲ء)

پر عمل کر کے دنیا کی اقوام نے اپنی قسمتیں بدل لی ہیں۔ حضرت مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی نے اس ہدایت کو جو بین الاقوامی سطح پر نافذ کی جانی چاہیئے، ملکی سطح پر نافذ کرنے کی ہدایت فرمائی کہ ترقی کی پہلی سیڑھی یہیں سے شروع ہوتی ہے۔

## ● ——— اور سیاست قدیمہ وجدیدہ

مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی نے سیاست ہند میں بھرپور حصہ لیا، مگر انہوں نے کسی موقع پر شرعی تقاضوں سے سرمو تجاوز نہ کیا اور اس قسم کے تجاوزات کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا۔ سیاستِ قدیمہ وجدیدہ میں ان کی بصیرت کے سلسلے میں صرف اس فاضلانہ ومحققانہ خطبۂ صدارت کا حوالہ دے دینا کافی ہے جو ۱۹۲۶ء میں بریڈلا ہال، لاہور میں انہوں نے ارشاد فرمایا تھا۔

یہ خطبہ آل انڈیا نظام کانفرنس کے اجلاس میں پڑھا جو بعد میں بدایوں سے شائع ہوا۔ یہ فل اسکیپ سائز کے ۳۶ صفحات پر مشتمل ہے، اس کا موضوع مطالبۂ برار کے سلسلے میں انگریز حاکموں اور ہندؤں کی مخالفت کے مقابلے میں مسلمانانِ ہند کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنا تھا ——— یہ خطبہ ریاست حیدر آباد دکن کی سیاسی و قانونی تاریخ کی اہم دستاویز ہے جس میں وائسرائے ہند والیانِ دکن میر محبوب علی خاں اور میر عثمان علی خاں کے متعدد مکتوبات اور معاہدات کے مفصل حوالے موجود ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک جہاں دیدہ اٹارنی جنرل نہایت دانشمندی اور حیرت انگیز سیاسی بصیرت کے ساتھ انگریزوں کے سامنے اپنا مقدمہ پیش کر رہا ہے ——— راقم کو یہ دیکھ کر کوئی تعجب نہ ہوا، لیکن ان حضرات کو ضرور تعجب ہوگا جو علماء کرام کو صرف "دو رکعت کا امام" تصور فرماتے ہیں۔ اس خطبے کے اہم اقتباسات آگے چل کر مناسب مقام پر پیش کئے جائیں گے جن سے مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی کی غیرت ملی، اتحاد عالم اسلام

کے لئے بے چینی اور تڑپ سیاست پر گہری نظر کا اندازہ ہوگا۔

۱۹۳۵ء میں بدایوں میں حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب علی پوری علیہ الرحمہ دم ۱۳۷۰ھ / ۱۹۵۱ء کے زیر صدارت مرکزی جمعیۃ علمائے ہند کے ایک خصوصی اجلاس میں مجلس استقبالیہ کے صدر کی حیثیت سے خطبۂ صدارت ارشاد فرمایا جس میں مسجد شہید گنج، حجاز مقدس، فلسطین، جنگ حبشہ و اٹلی، انڈیا بل اور محکمہ قضا وغیرہ سیاسی و مذہبی مسائل پر بصیرت افروز تبصرہ فرمایا ہے۔ اس خطبے کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولانائے مرحوم کی معاشیات، مذہبیات، سیاسیات اور نفسیات پر گہری نظر تھی۔ اس خطبے میں اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک بہت سے سیاسی مسائل زیرِ بحث آئے ہیں جن میں مسئلہ فلسطین خاص طور پر قابلِ توجہ ہے، اس کے لیے وہ خود فلسطین تشریف لے گئے، چنانچہ خطبۂ مذکور میں فرماتے ہیں:

آہ کہ اس فقیر نے غیور مسلمانانِ فلسطین کے جوشِ اسلامی اور غیرتِ دینی کے مظاہرے ان آنکھوں سے دیکھے ہیں، اگرچہ بغیر کسی شرم کے فقیر اس حقیقت کا معترف ہے کہ جو ذمہ داری حالات اور قلبی جذبات کی بنا پر فقیر نے محسوس کی تھی، مواقع اور عدم مساعدت حالات سے پوری نہ ہو سکی، تاہم شکر کا موقع بھی اپنے لیے پاتا ہے کہ مسلمانانِ ہند میں آپ کے اس دعاگو نے اس مسئلے کے لیے بھی کسی دردمند سے کم جدوجہد نہیں کی[1]

اسی طرح اٹلی اور حبشہ کے درمیان جنگ ہوئی، تو انہوں نے واشگاف الفاظ میں اہلِ حبشہ کی حمایت کرتے ہوئے فرمایا:

---

[1] محمد عبدالقدیر بدایونی : خطبہ صدارت مجلس استقبالیہ، اجلاس مرکزی جمعیۃ علمائے ہند، منعقدہ بدایوں ۱۹۳۵ء، ص ۱۵

واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا

مسجد شہید گنج، اجارہ حجاز، مسئلہ فلسطین، انڈیا بل محکمہ قضا

پر

اجمالی تبصرہ

یعنی

# خطبہ صدارت

مجلس استقبالیہ اجلاس سالانہ مرکزی جمعیۃ علمار ہند منعقدہ بدایوں

جس کو

حضرت حامی ملت عظیم البرکت مولانا الحاج شاہ محمد عبدالقدیر صاحب مدظلہ

نے ارشاد فرمایا ۱۹۳۵ء

سکریٹریان مجلس استقبالیہ بدایوں

مطبع الہدیٰ پریس بدایوں میں طبع ہوا

حضرات بمسائل بیرونِ ہند میں آجکل اٹلی و حبش کی جنگ بھی جاذبِ نظر بنی ہوئی ہے، میں سمجھتا ہوں کہ حبش کو قدیم زمانہ سے اسلام کے ساتھ جو دوستی کا تعلق قائم ہے اور جس انتہائی حد تک حبش مظلوم ہو رہا ہے، اس کو دیکھتے ہوئے اسلامی ہند کی تمام تر ہمدردیاں یقیناً حبش کے ساتھ ہیں[1]۔

الغرض مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی نے تحریکِ آزادیٔ ہند اور عالمِ اسلام کے اہم مسائل کی طرف پوری پوری توجہ دی اور میدانِ سیاست میں وہ ایک جاندار اور فعال شخصیت کی حیثیت سے ہمارے سامنے آئے۔

## •—اور غیرتِ اسلامی

تحریکِ آزادیٔ ہند کے زمانے میں بہت سے مسلمانوں اور ان کے لیڈروں سے جذبات کی رَو میں ایسے افعال سرزد ہوئے جو غیرت و حمیتِ اسلامی کے سراسر منافی تھے۔ امام احمد رضا خاں بریلوی نے ان غیر اسلامی حرکات کے خلاف مؤثر آواز اٹھائی ہے اور اس سلسلے میں بہت کچھ لکھا ہے[2]۔ حضرت مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی اگرچہ تحریکِ آزادیٔ ہند میں شریک تھے، مگر ان کا دامن ان داغوں سے داغدار نہ ہوا۔ وہ حمیت و غیرتِ اسلامی

---

[1] محمد عبدالقدیر بدایونی: ،، ص ۱۵، ۱۶

[2] امام احمد رضا خاں بریلوی نے اپنے بہت سے بیانات اور رسائل میں مسلمانوں کو غیرتِ اسلامی کا درس دیا اور غلطیوں پر سخت انتباہ کیا۔ اس سلسلے میں الطاری الداری (مطبوعہ بریلی ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء) میں سیاسی نوعیت کے جو عربی اور فارسی اشعار ہیں۔ قابلِ مطالعہ ہیں، بلکہ اس لائق ہیں کہ کوئی فاضل اس طرف متوجہ ہوں اور تاریخی شواہد کی روشنی میں ان کی شرح لکھیں۔ اشعار کی تعداد تقریباً ۲۲۰ ہے۔

کا عظیم پیکر تھے، ان کی سیاست شریعت کے تابع تھی، وہ اسلام اور مسلمانوں کی عظمت و شوکت کے خواہاں تھے؛ چنانچہ آل انڈیا نظام کانفرنس (منعقدہ لاہور ۱۹۲۶ء) کے صدارتی خطبے میں ارشاد فرماتے ہیں:

حضرت اورنگ زیب عالمگیر کے بعد ہندوستان کو کوئی ایسا حکمران نہ ملا جو اس عظیم الشان ملک کی زمامِ حکومت سنبھال سکتا۔[1]

یہ وہی بادشاہ ہے جس نے شاہی میں فقیری کی اور جس کے حضور ڈاکٹر محمد اقبال اس شان سے خراجِ عقیدت پیش کر رہے ہیں:

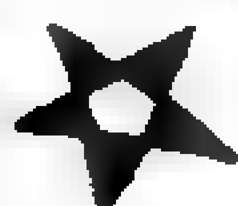
شاہ عالمگیر، گردوں آستاں     اعتبارِ دودمانِ گورگاں
پایۂ اسلامیاں برتر ازو     احترامِ شرعِ پیغمبر ازو
درمیانِ کارزارِ کفر و دیں     ترکشِ ما را خدنگِ آخریں
تخمِ الحادے کہ اکبر پرورید     باز اندر فطرتِ دارا دمید
شمعِ دل در سینہ ہا روشن نبود     ملتِ ما از فساد ایمن نبود
حق گزید از ہند عالمگیر را     آں فقیرِ صاحبِ شمشیر را
از پے احیاءِ دیں مامور کرد     بہرِ تجدیدِ یقیں مامور کرد
برقِ تیغش خرمنِ الحاد سوخت     شمعِ دیں در محفلِ ما بر فروخت
کور ذوقاں داستاں ہا ساختند     وسعتِ ادراکِ او نشناختند
شعلۂ توحید را پروانہ بود     چوں براہیمؑ اندریں بت خانہ بود

در صفِ شاہنشہاں یکتاستے
فقرِ او از بینشش پیداستے[2]

[1] محمد عبدالقدیر بدایونی: خطبۂ صدارت آل انڈیا نظام کانفرنس، مطبوعہ لاہور ۱۹۲۶ء، ص ۵
[2] اقبال: کلیاتِ اقبال، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۳ء، ص ۹۸

جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل کان زهوقا





الحق یعلو ولا یعلی



# آل انڈیا نظام کانفرنس

کا

# خطبہ صدارت

جس کو

## صدر کانفرنس

حضرت عظیم البرکت حامی ملت مولانا الحاج شاہ عاشق الرسول محمد عبدالقدیر صاحب قبلہ قادری بدایونی مدظلہ العالی

نے

کانفرنس کے عظیم الشان اجلاس منعقدہ بریڈلا ہال لاہور میں ارشاد فرمایا

المشتہر

خواجہ غلام نظام الدین قادری بدایونی کان اللہ لہ

(شیخ امیر احمد نامی پرنٹر)

در مطبع امیر الاقبال پریس بدایوں طبع شد

ملنے کا پتہ

مکتبہ قادریہ عالیہ بدایوں یوپی

بلاشبہ عالمگیر اسلام کی سچی عظمت کا نشان تھا ـــــ اس لیے ہندو مورخین اور قوم پرست مسلمان مؤرخین نے اس فقیر بے گلیم کے دامن عصمت کو داغدار کیا ہے اور جھوٹے سچے افسانے گھڑے ہیں۔ ڈاکٹر اقبال ان افسانہ نویسوں پر طنز کرتے ہوئے کہتے ہیں :

کور ذوقاں داستانہا ساختند      وسعتِ ادراکِ او نشناختند

عاشق الرسول مولانا محمد عبد القدیر بدایونی حضرت اورنگ زیب عالمگیر جیسے جہانباں کی آرزو فرما رہے ہیں ع

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

ریاست حیدر آباد دکن کے خلاف انگریزوں اور ہندوؤں کی ریشہ دوانیوں کے خلاف آپ نے جو مؤثر آواز اٹھائی، اس سے آپ کی حمیتِ اسلامی کا انمٹ ثبوت ملتا ہے۔ اپنے خطبۂ صدارت میں ارشاد فرماتے ہیں :

ہمیں اس امر کی طرف زیادہ توجہ کرنے کی ضرورت نہیں کہ برادرانِ وطن اس جدوجہد میں ہمارا کہاں تک ساتھ دیں گے اور کس حد تک ہم سے شرکتِ عمل رکھیں گے، اس لیے اگر ہم ساڑھے سات کروڑ مسلمان گورنمنٹ ہند کی اس پالیسی پر اثر نہیں ڈال سکتے جو کسی ریذیڈنٹ کی غضب ناکی یا کسی افسر کی تنک مزاجی کا نتیجہ ہو تو ہم کو فاتحہ پڑھ لینا چاہیے اور باور کرنا چاہیئے کہ ہم عنقریب صفحۂ ہندوستان سے حرفِ غلط کی طرح مٹنے والے ہیں، لیکن شکر ہے کہ واقعات کی روشنی میں ایسا ثابت نہیں ہوگا کہ قومی روایات دیکھتے ہوئے یقین کرنے کی کافی وجوہ موجود ہیں کہ ہم ضرور کامیاب ہوں گے [1]

---

[1] محمد عبد القدیر بدایونی : خطبہ صدارت آل انڈیا نظام کانفرنس، منعقدہ لاہور ۱۹۶۲ء مطبوعہ بدایوں، ص ۳۳

اس اقتباس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کسی قوم پرست عالم کے الفاظ نہیں، بلکہ مردِ مومن کے الفاظ ہیں جس کے دل میں غیرتِ اسلامی موجزن ہے، جو مقاصد کو ہندوؤں کے سہارے حاصل کرنا نہیں چاہتا، جو حاکمِ وقت کے خلاف بھی کلمۂ حق کہنے میں جھجک محسوس نہیں کرتا، جو مسلمانوں کو خوابِ غفلت سے بیدار کرنے کے لیے کمربستہ ہے، جو مایوس نہیں، پُرامید ہے اور اپنے اندر بے پناہ سرفروشانہ جذبہ رکھتا ہے اور جان دینے کے لیے تیار ہے اور اعلان کرتا ہے:

ضرورت و استطاعت کے ساتھ خدا کے گھر کے لیے اپنے مقدس دین کے لیے سول نافرمانی کیا مسلمان ہر قربانی دے سکتا ہے اور اپنے دین کی توہین برداشت نہیں کرسکتا۔[1]

مسجد شہید گنج کے مسئلے کے سلسلے میں ہندو مسلم بائیکاٹ تحریک شروع ہوئی جس میں ہندوؤں نے ضرور بُرا مانا ہوگا، مگر معاشرتی زندگی میں مسلمانوں کے ساتھ ان کا خود یہ حقارت آمیز رویہ تھا کہ گیلی اور تر چیزوں کو ہاتھ لگانے نہیں دیتے تھے اور مسلمان خریدار کو ذلت آمیز طریقے سے دُور رکھتے تھے، بچپن میں خود راقم کو اس رسوائی سے سابقہ پڑا ہے اس لیے یہ حقیقت چشم دید ہے۔ ہندو کے اس حقارت آمیز سلوک پر غیرتِ اسلامی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی فرماتے ہیں:

پس جس طرح ملکی مفاد کے لیے اپنے دھرم سے ہٹ کر ہندو ذہنیت اچھوت سے بھی اتحاد کا ہاتھ بڑھا رہی ہے۔ جب تک مسلمانوں سے ان کا یہ رکیک برتاؤ ہے، مسلمان بھی اس نوع خاص ہیں وہی جواب دے سکتا ہے اور اس تحریک کو بھی جھگڑے فساد کے بجائے منظم اسلامی شکل میں

---

[1] محمد عبدالقدیر بدایونی: خطبۂ صدارت مجلس استقبالیہ، اجلاس بدایوں ۱۹۳۵ء، ص ۱۷

پیش کرسکتا ہے تاکہ ملک کا امن وامان، فساد وبدامنی نہ اختیار کرے [1]

وہ اس پر بس نہیں کرتے کہ مسلمان تجارتی لین دین میں اسلامی حمیت وغیرت کا مظاہرہ کریں، بلکہ وہ ایک قدم آگے بڑھا کر اچھوتوں کو دعوتِ اسلام دیتے ہوئے کہتے ہیں:

> خدائے قادر ہمارے قلوب میں سچائی، نرمی، غیرتِ اسلامی پیدا کرے اور ایک بار پھر اغیار، اسلام کے حلقہ بگوش نظر آئیں۔ ہمارے ہر قدم سے تبلیغ جیسے فرضِ اولین کی خدمت انجام پاتے۔ ہندو دنیا جن کو اچھوت کہتی ہے اور سیاسی دعویٔ اتحاد کے باوجود اچھوت سمجھتی بھی ہے اور مکمل اتحاد نہیں کرسکتی، وہ ہمارے حقیقی بھائی ہو کر ہماری اخوت کی آزمائش کریں۔ آمین یارب العالمین [2]

دُعاگو،

فقیر محمد عبدالقدیر قادری

## اتحادِ عالمِ اسلامی

مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی اسلام کا سچا درد رکھتے تھے، اسی لئے وہ اتحادِ عالمِ اسلامی کے خواہاں تھے؛ چنانچہ ۱۹۳۵ء کے خطبۂ صدارت بدایوں میں فرماتے ہیں: [1]

> مسلمانوں میں تعاونِ اسلامی کی تحریک شروع کی جائے اور اخوتِ اسلامی کی بنا پر ہر مناسب وممکن سعی مسلمانوں سے

---

[1] خطبہ صدارت مجلس استقبالیہ، اجلاس مرکزی جمعیۃ علمائے ہند، منعقدہ بدایوں ۱۹۳۵ء، ص ۱۳، ۱۴

[2] ایضاً: ص ۱۹

لین دین کی شروع ہوئے[1]

اسی خطبے میں ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

بغیر حرکت و عمل کے صرف احساس نتیجہ خیز نہیں ہو سکتا اور بلا شبہ آج اگر صرف طبقۂ علمائے امرا اوّل میں اپنے متفقہ امور میں اپنا انتشار دُور کر دے اور ارباب سیاست ــــــــ ذرا رحم فرمائیں اور خلوص و جذبۂ قومی کے ساتھ علما کے اتحاد کو تقویت پہنچائیں، تو دنیا ہندوستان کے ۸ کروڑ مسلمانوں کی قوت و تعداد کا واقعی اندازہ کر لے۔ نہ صرف ہندوستان بلکہ توحید کا نعرہ، اسلام کی سچی حریت، کرۂ ارض پر اپنے کرشمے دکھانے لگے[2]

اسلامی احیاء کے لیے وہ کوشش کر رہے تھے اس کے لیے ان کی نظر اہل پنجاب پر تھی، جس کا اعتراف انہوں نے آل انڈیا نظام کانفرنس منعقدہ لاہور (۱۹۶۲ء) کے صدارتی خطبے میں اس طرح کیا ہے:

میں آپ حضرات کا شکر گزار ہوں اور نہ صرف میں بلکہ سات کروڑ مسلمانانِ ہند کو اہل پنجاب کا عموماً اور اہالی لاہور کا خصوصاً اس لیے شکر گزار ہونا چاہیے کہ انہوں نے اس خاص مسئلے کی طرف توجہ فرمائی اور نظام کانفرنس کا انعقاد اپنے ذمہ لیا۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ یہ کانفرنس دہلی میں ہوتی یا اس کے بعد لکھنؤ میں مگر ؎

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

---

[1] محمد عبد القدیر بدایونی، خطبہ بصدارت مجلس استقبالیہ، اجلاس مرکزی جمعیۃ علمائے ہند منعقدہ بدایوں ۱۹۳۵ء ص ۱۲ و ۱۳

[2] ایضاً: ص ۱۷ و ۱۸

زندہ دلانِ پنجاب نے جہاں اور بہت سے قومی امور میں پیش قدمی فرمائی ہے، وہاں نظام کانفرنس جیسے اجتماع کی طرف اسلامی ہند کو دعوتِ عمل دینا بھی ان کے حصہ میں رہا جس پر وہ ہر طرح قابل صد مبارکباد ہیں۔[۱]

اس اقتباس سے جہاں اہلِ پنجاب خصوصاً اہلِ لاہور سے مولانا کی انسیت و محبت کا پتا چلتا ہے، وہاں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ "زندہ دلانِ پنجاب" کی ترکیب غالباً سب سے پہلے مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی نے استعمال کی اور اس طرح اہلِ پنجاب کو بہترین خراجِ عقیدت پیش کیا۔

## ● —— اور ڈاکٹر محمد اقبال علیہ الرحمۃ

مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی، ڈاکٹر محمد اقبال کے گہرے دوست تھے، ان دونوں حضرات کے باہمی تعلقات کے بارے میں سب سے پہلے ۱۹۷۷ء میں مولانا محمد اطہر نعیمی زید لطفہٗ سے ایک ملاقات میں علم ہوا۔ اس کے بعد ماہِ جون ۱۹۷۷ء میں پہلی مرتبہ مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی کے صاحبزادے عبدالمجید محمد اقبال زید مجدہٗ راقم کے غریب خانے پر تشریف لائے اور ملاقات کا شرف بخشا۔ موصوف سے اس تعلق کی مزید توثیق ہوگئی۔ راقم کی درخواست پر موصوف نے اپنا ایک تحریری بیان عنایت فرمایا جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ڈاکٹر محمد اقبال سے مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی کے گہرے مراسم تھے۔ وہ جب لاہور آتے، ان کے ہاں قیام فرماتے۔ ۱۹۲۷ء میں ایک مرتبہ قیام کے دوران مولانا کے گھر سے تار آیا اور صاحبزادے کی ولادت کی خوشخبری ملی۔ علامہ اقبال نے فرطِ مسرت میں نومولود کو اپنا نام

---

[۱] ایضاً، ص ا

محمد اقبال عنایت فرمایا۔ یہ وہی نومولود ہے آج جس کا تحریری بیان ہدیۂ قارئین کیا جاتا ہے:

اپنے نام کے سلسلے میں جو دو ناموں کا مجموعہ ہے، ایک دفعہ میں نے والد ماجد مولانا محمد عبدالقدیر قادری صاحب مرحوم سے معلوم کیا تھا کہ میرا نام عبدالمجید محمد اقبال کیوں ہے؟ جس پر انہوں نے فرمایا تھا کہ جب تمہاری پیدائش کی اطلاع بذریعہ تار مجھے ہوئی تھی، اس وقت میں علامہ اقبال کے پاس لاہور میں مقیم تھا۔ یہ واقعہ ۱۹۲۷ء کا ہے؛ چنانچہ علامہ اقبال نے خود ہی محمد اقبال نام رکھا۔ چنانچہ خاندانی نام عبدالمجید کے ساتھ محمد اقبال کے اضافے کے ساتھ پورا نام عبدالمجید محمد اقبال ہی رہا۔

جناب عبدالمجید محمد اقبال صاحب یہ بھی فرماتے تھے کہ ان کے پاس ڈاکٹر اقبال کے دس بارہ خطوط ہیں جو علامہ نے ان کے والد ماجد مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی کو تحریر فرماتے تھے، بقول ان کے یہ خطوط ان کے کسی عزیز کے پاس محفوظ ہیں۔ راقم اس ذخیرے سے استفادہ نہ کر سکا۔ انشاء اللہ جب موقع ملا مطالعہ کیا جاسکے گا، ممکن ہے کہ بعض نئے گوشے سامنے آئیں۔

---

# کتابیات

## (کُتب)

احمد رضا خاں، امام: المستند المعتمد بناء نجات الابد، مطبوعہ استانبول، ۱۹۷۵ء

احمد رضا خاں امام: حدائق بخشش، حصہ سوم، مطبوعہ نظامی پریس، بدایوں

احمد رضا خاں، امام: تدبیر فلاح نجات واصلاح (۱۳۳۱ھ) مطبوعہ لاہور

افتخار حسین صدیقی: نذرانۂ عقیدت، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۰ء

ثروت صولت: تاریخ پاکستان کے بڑے لوگ، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۲ء

حامد رضا خاں، مولانا: الطاری الداری، مطبوعہ بریلی، ۱۹۲۰ء / ۱۳۳۹ھ

رحمان علی، مولوی: تذکرہ علمائے ہند، مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۱۴ء

رئیس احمد جعفری، سید: اوراقِ گم گشتہ، مطبوعہ لاہور، ۱۹۶۸ء

صفدر سلیمی: پاکستان کا معمارِ اوّل، مطبوعہ لاہور

عبد الحمید محمد سالم القادری: محبت، برکت اور زیارت (ترجمہ اردو اولیاء اللہ بین الموالین والجانین، از علامہ احمد عون) مطبوعہ بدایوں۔

عبد الرحمٰن، منشی: معمارانِ پاکستان، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء

عبد الشاہد خاں شروانی: باغی ہندوستان، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۴ء

فضل الرسول بدایونی، شاہ: المعتقد المنتقد، مطبوعہ استانبول ۱۹۷۵ء

محمد اقبال، ڈاکٹر: کلیاتِ اقبال، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء

محمد ایوب قادری : جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء، مطبوعہ کراچی ۱۹۷۶ء
محمد ایوب قادری : جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کا ایک مجاہد مولانا فیض احمد بدایونی، مطبوعہ کراچی ۱۹۵۷ء
محمد ایوب قادری : ترجمہ اردو تذکرہ علمائے ہند، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۱ء
محمد رفیع اللہ صدیقی، پروفیسر: فاضل بریلوی کے معاشی نکات، جدید معاشیات کی روشنی میں، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء
محمد عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری، مولانا : رسائل رضویہ، حصہ دوم، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء
محمد عبدالقدیر بدایونی، مولانا : خطبہ صدارت مجلس استقبالیہ، اجلاس سالانہ مرکزی جمعیۃ علماء کانپور (منعقدہ بدایوں) مطبوعہ بدایوں ۱۹۳۵ء
محمد عبدالقدیر بدایونی، مولانا : خطبہ صدارت آل انڈیا نظام کانفرنس (منعقدہ لاہور ۱۹۲۶ء) مطبوعہ بدایوں۔
محمود احمد قادری، مولانا : تذکرہ علمائے اہل سنت، مطبوعہ کانپور ۱۹۷۱ء
نظامی بدایونی : قاموس المشاہیر، جلد اول ۱۹۲۴ء، جلد دوم (۱۹۲۶ء) مطبوعہ بدایوں

# اخبارات و رسائل

ذوالقرنین : (بدایوں)، شمارہ ۷ اپریل ۱۹۶۰ء
اقبال ریویو : (کراچی)، شمارہ جنوری ۱۹۷۳ء
الزبیر : (بہاولپور) تحریک آزادی نمبر ۱۹۷۰ء
العلم : (کراچی)، شمارہ جنوری تا مارچ ۱۹۶۸ء
الہام : (بہاولپور) شمارہ ۱۴ اگست ۱۹۷۷ء
انجام : (کراچی)، شمارہ ۲۴ اپریل ۱۹۵۸ء

